مرسلات، ص۶)

مرحوم کے یہ دونوں دروس بلال احمد تاگی نے بڑی دلچسپی اور ذمہ داری سے کیسٹوں میں محفوظ کیے تھے۔ جسے الحاج لعل دین نے مناسب عنوانات کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ عام خطبات جمعہ کو بھی کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ (بحوالہ معالم العرفان، جلد۱۲، ص ۲۷ تا ۲۸) جنکی ریکارڈنگ انجم لطیف کے ذمہ تھی۔ واضح رہے کہ کیسٹوں میں محفوظ کرنے کا عمل ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا تھا۔

جنہیں بعد میں الحاج لعل دین نے افادۂ عام کے لیے کاغذات پر منتقل کیا۔ الحاج لعل دین کی تحریری خدمات دیکھ کر مجھے رشید رضا مصری یاد آتے ہیں، جنھوں نے اپنے شیخ، مفتی محمد عبدہٗ کے تفسیری کارنامے کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے خود کو امر کر لیا ہے۔ الحاج لعل دین بھی ایسے ہی فنافی الشیخ معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ انہیں اسکی جزا عطا فرمائے۔ (آمین)

مرحوم چونکہ روایتی علوم کے علامہ تھے۔ اس سبب سے (ہمارے نزدیک) ان کے بیان میں بعض ضعیف روایات بھی موجود ہیں۔ (دیکھئے معالم العرفان پارہ ۲۹ ص۱۹۰ سورۂ ملک تا سورۂ نوح) قرآن و حدیث کے یہ دروس نماز فجر کے بعد دیے جاتے تھے۔ اس ترتیب کے ساتھ کہ شروع کے چار دن درس قرآن کے لیے اور بعد کے متصل دو دن درس حدیث کے لیے مختص ہوتے اور ایک دن ناغہ ہوتا۔

مولانا کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کے فلسفے سے خصوصی لگاؤ تھا اور وہ مولانا عبید اللہ سندھی سے بیحد متاثر تھے۔ جبکہ بیعت ارادت مولانا حسین احمد مدنی سے رکھتے تھے۔

معالم العرفان فی دروس القرآن میں آیات قرآنیہ کے نیچے جو ترجمہ ملتا ہے۔ وہ صوفی عبدالحمید سواتی کا اپنا بیان کردہ ہے۔ (بحوالہ ایضاً ص ۸) اس اعتبار سے انہیں مفسر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ میرے خیال میں مولانا کی تفسیر کو اک نئی ترتیب کے ساتھ ازسر نو شائع کرنے اور تمام جلدوں میں ضخامت کی یکسانیت کو ملحوظ رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ ایسی پُر اثر تفسیر سے استفادہ میں آسانی ہو۔ بلاشبہ تفسیر کا اسلوب بیان بالعموم سادہ اور پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ کی طرح، سحر انگیز اور حسن تاثیر سے مرصع ہے۔ سوائے علمی رنگ کے۔۔۔ اکثر جلدوں میں شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور حکمت کی چھاپ بھی نظر آتی ہے۔ (بحوالہ ایضاً جلد ۳ ص ۲۹)

مولانا کی دیگر کتابوں کا تذکرہ معالم العرفان کی گیارہویں جلد کے آخری صفحہ پر ملتا ہے۔ جنکی قدرے تفصیل یہ ہے:

(۱) نماز مسنون کلاں۔ (۲) نماز مسنون خورد۔ (نماز کے موضوع پر یہ ضخیم کتابیں ہیں، جو کم وبیش ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ (۳) مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم وافکار۔ جن کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا وہ یہ ہیں۔ (۴) مباحث کتاب الایمان مع مقدمہ مسلم شریف اردو شرح۔ (۵) تشریحات سواتی الیٰ ایساغوجی۔ (۶) عقائد اہلسنت وجماعت، ترجمہ عقیدۃ الطحاوی۔ (۷) البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر۔ (۸) ایضاح المومنین ترجمہ دلیل المشرکین۔ (۹) ترجمہ الطاف القدس۔۔۔ اور اب وہ کتب، جنکا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ (۱۰) حجۃ الاسلام۔ (۱۱) تاریخ مبادی وفلسفہ۔ علاوہ ازیں متعدد کتب ورسائل پر مقدمہ وتصحیح کی۔ اور ''مقالات سواتی'' کے نام سے ایک الگ کتاب مرتب کی۔ (راقم الحروف جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید نعمانی، چیئرمین شعبۂ عربی، جامعہ کراچی) کا ممنون ہے کہ جنھوں نے مولانا سواتی مرحوم کی تفسیر کی دستیاب بارہ جلدیں مطالعہ کے لیے مرحمت فرمائیں جن کی مدد سے یہ مختصر سا مضمون سپرد قلم ہوا۔

آہ! طالب ہاشمی مرحوم

(تاریخ اسلام اور احوال صحابہ کا عظیم مصنف)

تاریخ اسلام بالخصوص احوال صحابہ کے معروف ومقبول مصنف جناب طالب ہاشمی راہیٔ ملک عدم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا مولد سیال کوٹ (۱۲جون ۱۹۲۳ء) اور مدفن (۱۶ فروری ۲۰۰۸ء) لاہور بنا۔ یوں وہ اپنے مولد ومدفن میں شاعر مشرق علامہ اقبال اور شاعر فیض احمد فیض کی مثال ہو گئے۔ مرحوم نے اپنا تحریری سرمایہ سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابوں کی شکل میں یادگار چھوڑا ہے۔ انکی تحریرات کا سب سے محبوب موضوع اصحاب رسول ﷺ کا ذکر جمیل رہا ہے اور اب اسی ذکر کے فیض نے مرحوم کے نام وکام کو بھی جمیل کر دیا ہے۔

بقول حافظ محمد ادریس کے مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں طالب ہاشمی نہیں بلکہ طالب الہاشمی ہوں۔ گویا ان کا نام مرکب توصیفی نہیں، مرکب اضافی ہے درا صل الہاشمی میں الف لام تعریفی داخل کر کے جو معرفہ بنایا گیا ہے، اس نے الہاشمی کو مخصوص اور معین کر دیا ہے، اور سمجھا دیا ہے کہ الہاشمی سے مراد النبی الہاشمی ہے۔ یوں طالب الہاشمی، رسول اللہ ﷺ کا طالب بن جاتا ہے۔

مرحوم علم تاریخ بالخصوص احوال صحابہ کے بحر ذخار مانے جاتے تھے۔ اسمائے علم کی تصحیح کے حوالے

سے معاصرین ان پر اعتماد کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی ایک تقریر میں ہشام بن عمرو کو ہشام کہہ دیا تھا اس پر مرحوم نے انہیں ان کے گھر جا کر بتایا کہ ہشام کو زبر کے ساتھ نہیں زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے (بحوالہ ترجمان القرآن، اپریل ۲۰۰۸ء، ص ۹۳ تا ۹۶)

مرحوم کو ان کی کتابوں پر صدارتی ایوارڈ بھی ملے، مگر انہوں نے "ایوارڈ" کو اپنے لیے کبھی اعزاز نہ سمجھا۔ یہ واقعی ان کا بڑا پن تھا۔ ورنہ ہم نے تو بعض لوگوں کو صرف ایوارڈ لینے کے لئے سیرت نگار بنتے دیکھا ہے۔ بلکہ اس ضمن میں بار ہا سیرت کا قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ مرحوم کی آخری کتاب آنحضرت ﷺ کے "خادمان خاص" کے موضوع پر بتائی جاتی ہے۔ جواب ظاہر ہے کہ انکی وفات کے بعد شائع ہوگی۔ چند اہم کتابوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ رحمت دارین ﷺ (سیرت کے موضوع پر اہم کتاب ہے)

۲۔ یہ تیرے پر اسرار بندے، (اسمیں آنحضرت ﷺ کے ۸۱ صحابہ اور ۲۰ مشاہیر کا اکٹھا بیان ہے)

۳۔ رحمت دارین ﷺ کے سو شیدائی (اسمیں ۱۱۰ صحابہ کے حالات درج ہیں)

۴۔ تذکار صحابیات، (دور رسالت مآب ﷺ کی مومن عورتوں کے تذکرے پر مشتمل ہے)

۵۔ حبیب کبریا ﷺ کے تین سو اصحاب

۶۔ فوز و سعادت کے ایک سو پچاس چراغ (یہ بھی صحابہ کے حالات پر مشتمل ہے)

۷۔ چالیس جانثار ۸۔ پچاس صحابہ ۹۔ ستر ستارے

ان کے علاوہ بھی متعدد موضوعات مثلاً اولیائے کرام اور تاریخی شخصیات پر ہاشمی صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے ہم سمجھتے ہیں یہ سارا تصنیفی کام ان کے لیے ایصال ثواب کا اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔

انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا وآثارھم وکل شیء احصینہ فی امام مبین. (یٰسین:۱۲)

بے شک ہم ہی ہیں، جو مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ اور ہم وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں، جو (تصنیفات و اعمال) وہ آگے بھیج چکے ہیں، اور ان کے اثرات ونتائج، (جو پیچھے رہ گئے ہیں۔) اور ہم نے ہر چیز کو روشن کتاب میں محفوظ کر رکھا ہے۔

خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت اور اصحاب رسول ﷺ کے قرب میں جگہ رحمت فرمائے (آمین)

آہ! پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمدؒ

پاکستان کے معروف مذہبی دانشور، ملت اسلامیہ کے روحانی پیشوا، عصر حاضر کے ولی کامل سینکڑوں کتابوں، رسالوں، مقالوں اور مضامین کے محرر، بلند پایہ محقق، صاحب طرز ادیب اور انشا پرداز پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء بروز پیر اچانک ہم سے جدا ہوگئے۔ اور اپنے ہزاروں چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے فرزند دلبند صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد نے پڑھائی۔ جبکہ دعائے اجتماعی مولانا پیر فضل الرحمٰن مجددی نے کرائی۔ ان کے جنازے میں اکثر علماء ومشائخ اور صالح کردار کے حامل افراد کی کثرت دیکھ کر مرحوم کی روحانیت اور پاکیزگی وکردار کا بخوبی اندازہ ہوا۔ نماز جنازہ، شاہراہ قائدین کے ساتھ والے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ انتقال کے وقت مرحوم ۷۹ برس کے تھے۔ مگر دم واپسیں تک ان کے معمولات یومیہ میں کوئی فرق نہ آیا.........

ڈاکٹر صاحب ۱۹۳۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے۔ ۱۹۵۲ء میں لاہور سے میٹرک کیا، ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا۔ اور اپنے سبجیکٹ میں اول پوزیشن حاصل کی جس کے صلے میں گورنر مغربی پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وائس چانسلر کی طرف سے سلور میڈل دیا گیا۔

"اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ جس پر ۱۹۷۱ء میں انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اس تحقیقی مقالے میں ۲۰۰ سے زائد اردو تراجم وتفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور مقدمے میں پچاس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کا محققانہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ غیر مطبوعہ مقالہ راقم الحروف کو انکی فرمائش پر دکھایا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اہلسنت کی نابغۂ روزگار ہستی تھے۔ جنکی نظیر ملنا واقعی مشکل ہے۔ اور یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر اتنی شائستہ، شستہ اور پر تاثیر ہے کہ جو بھی اسے ایک بار پڑھ لے وہ اسے کبھی بھلا نہ سکے گا۔ ہزاروں زندگیاں صرف انکی تحریرات کے اثر سے سنور گئیں۔ جو شخص اتنی خوبصورت، موثر اور روشن تحریریں لکھتا ہو، وہ خود کتنا روشن ضمیر ہوگا۔ اس کا یقین ہر اس شخص کو ہے، جس نے انہیں دیکھا اور ان سے ملا ہے۔ ڈاکٹر صاحب "ماہر رضویات" کے لقب سے معروف ہوئے، بلکہ یہی لقب ان کی پہچان بنا، مگر وہ ایک معتدل مزاج مصنف اور محقق تھے۔ گو مسلکاً بریلوی تھے مگر عام بریلویوں سے بالکل ہٹ کر۔ گزشتہ چندرہ بیس سالوں سے انہوں نے اپنی تحریرات کا مرکز ومحور قرآن اور صاحب قرآن کو بنالیا تھا۔ اور اس حوالے